مقالات

بشارات الانبیاءٔ

نبوت محمدی صلعم کے متعلق انبیاء سابقین کی پیشینگوئیاں

(۵)

از جناب مولوی فضل حق صاحب

دسویں بشارت

کتاب یسعیاہ باب ۶۵ میں لکھا ہے :-

" میں نے ان کی طرف توجہ کی جنہوں نے مجھ سے نہ مانگا۔ انھوں نے مجھے پایا جنہوں نے مجھے نہ ڈھونڈا۔ میں نے ایک گروہ کو جو میرے نام کا نہ کہلاتا تھا کہا مجھے دیکھ مجھے دیکھ۔ میں اب تک[1] اپنے ہاتھ ایک ایسے سرکش گروہ کی طرف پھیلائے رہا جو خود اپنی اھوار کے اتباع[2] میں ایسے راستے پر چلتا ہے جو اچھا نہیں ہے' ایسا گروہ جو ہمیشہ

[1] اردو ترجمہ میں" ہمیشہ اپنے ہاتھوں کو پھیلایا کیا" لکھا ہے مگر عربی ترجمہ کے الفاظ یہ ہیں بسطت یدی طول النہار- اور انگریزی ترجمہ کے الفاظ یہ ہیں:-

I have spread out my hands all the day unto a rebellious people

سیاق عبارت اور ان تراجم کو دیکھنے سے یہ مفہوم واضح ہو جاتا ہے کہ اب تک میں ایک ایسی نالائق قوم کی طرف ہاتھ پھیلائے رہا مگر اب میں اس سے ہاتھ کھینچ کر ایک دوسری قوم کی طرف توجہ کرونگا۔

[2] اردو ترجمہ کے الفاظ یہ تھے:" جو اپنی فکروں کی پیروی میں ایسی راہ چلتا ہے"۔ اس سے اصل مفہوم ظاہر نہیں ہوتا۔

میرے منہ پر مجھے غصہ دلاتا تھا باغوں میں قربانیاں کرتا تھا اور اینٹوں پر بخور جلاتا تھا۔ جو قبروں میں رہتا مقابر میں راتیں کاٹتا اور سوروں کے گوشت کھاتا تھا اور نجس چیزوں کا شوربا ان کے برتنوں میں رہتا تھا۔ جو کہتا تھا ادھر ہی کھڑا رہ میرے نزدیک مت آ کیونکہ میں تجھ سے زیادہ پاک ہوں۔ یہ میرے لیے ایسے ہیں جیسے میری ناک میں دھواں اور دن بھر سلگتی ہوئی آگ۔ دیکھو یہ میرے آگے لکھا ہوا فیصلہ رکھا ہے۔ میں چپ نہ رہوں گا، بلکہ خود ان کی اپنی گود ہی میں بدلہ دونگا"۔ (آیت ۱-۶)

اس پیشین گوئی کا مفہوم بالکل واضح ہے۔ یسعیاہ نبی کی زبان سے اللہ تعالیٰ یہ ارشاد فرما رہا ہے کہ اب تک میری تمام عنایات بنی اسرائیل کی طرف مبذول رہیں، مگر انھوں نے سرکشی اختیار کی اور میرے پسند کیے ہوئے طریقہ کو چھوڑ کر، اپنی خواہشات نفس اور غلط افکار کی پیروی میں ایسے راستوں پر چلنا شروع کر دیا جو مجھے پسند نہیں ہیں۔ وہ غیر اللہ کے لیے نذر ونیاز اور قربانیاں کرنے لگے۔ اینٹ پتھر کی یادگاروں پر خوشبوئیں جلانے لگے۔ اپنے بزرگوں کے آثار اور مقابر کے ایسے گرویدہ ہوئے کہ میری عبادت ہی چھوڑ دی اور وہ ہیں

۱؎ یہاں بھی ہم نے ترجمہ میں اصلاح کی ہے۔ بائبل کے اردو مترجم نے لکھا تھا: "میرے منہ پر مجھے کھجا کے غصہ دلاتی تھی" اس سے صحیح مفہوم ظاہر نہیں ہوتا۔ مطلب دراصل یہ ہے کہ یہ قوم میرے سامنے ایسی اور ایسی حرکات کر کے مجھے غصہ دلا رہی تھی۔ ۲؎ عربی ترجمہ میں "مدافن" اور انگریزی ترجمہ میں (Monuments) لکھا ہے۔ مراد یہ ہے کہ ان لوگوں نے خدا کی عبادت چھوڑ کر قبر پرستی شروع کر دی تھی اور اپنے بزرگوں کے آثار سے انکا شغف اتنا بڑھ گیا تھا کہ مساجد اللہ سے کوئی دلچسپی باقی نہیں رہی تھی۔

۳؎ اردو کے مترجم نے اس فقرہ کا ترجمہ "میرے آگے یہ قلم بند ہوا ہے" کیا ہے۔ عربی کے مترجم نے قد کتب امامی لکھا ہے۔ آسمانی کتابوں میں خدا کے لکھنے سے مراد خدا کا فیصلہ ہوتا ہے۔

ان کے جھمگٹے لگنے شروع ہوگئے۔ حرام و حلال کی تمیز ان سے جاتی رہی جن چیزوں کو میں نے حرام کیا تھا ان کو انہوں نے حلال کر لیا۔ اب میں فیصلہ کر چکا ہوں کہ اس قوم سے انتقام لونگا اور اس سے نظر پھیر کر ایک ایسی قوم کی طرف توجہ کرونگا جو مجھکو نہیں جانتی۔ ان کو بے مانگے بہت ہدا ملے گی، وہ بے طلب مجھ کو پائیں گے۔

اب سوال یہ ہے کہ یہ دوسری قوم کونسی ہے؟ کیا یہ یونانی ہیں؟ مگر ان کی صنم پرستی تو مشہور رہے ان کے حق میں یہ بات کیسے صادق آسکتی ہے کہ انہوں نے خدا کو پایا؟ پھر کیا یہ رومی ہیں؟ مگر وہ بھی صنم پرست تھے۔ صدیوں تک صنم پرست رہے۔ بعد میں حضرت عیسیٰ پر ایمان بھی لائے تو اس طرح کہ پچھلے بتوں کو چھوڑ کر مریم اور مسیح اور صلیب کی پرستش شروع کر دی۔ بہرحال خدا کو انہوں نے بھی نہ پایا۔ اب سوائے اہل عرب کے اور کونسی قوم ایسی ہے جو خدا سے قطعاً جاہل تھی، جس نے خدا کو کبھی نہ ڈھونڈا تھا، اور خدا نے یک بیک اپنا رسول بھیج کر انہیں اپنے علم اور اپنی معرفت سے سرفراز کیا۔

گیارہویں بشارت

جس زمانہ میں بنی اسرائیل بابل کی قید میں تھے، بخت نصر نے ایک خواب دیکھا جس کی تعبیر دینے سے بابل کے تمام حکیم اور کاہن عاجز رہے۔ اس موقع پر بنی اسرائیل میں سے دانیال نبی نے بادشاہ کے پاس جا کر کہا کہ میں خدا کی وحی سے تیرے خواب کی تفصیل بھی بتا دونگا جسے تو بھول گیا ہے۔ اور اس کی تعبیر بھی بیان کر دونگا۔ یہ خواب اور اس کی تعبیر کتاب دانیال کے دوسرے باب میں اس طرح مذکور ہے۔

"تو نے اے بادشاہ نظر کی اور ایک بڑی مورت دیکھی۔ وہ بڑی مورت جس کی

"رونق بے نہایت تھی تیرے سامنے کھڑی ہوئی اور اس کی صورت ہیبت ناک تھی۔ اس مورت کا سر خالص سونے کا تھا۔ اس کا سینہ اور اس کے بازو چاندی کے، اس کا شکم اور رانیں تانبے کی، اس کی ٹانگیں لوہے کی اور اس کے پاؤں کچھ لوہے کے اور کچھ مٹی کے تھے۔ اور تو اسے دیکھتا رہا یہاں تک کہ ایک پتھر بغیر اس کے کہ کوئی ہاتھ سے کاٹ کے نکالے آپ سے آپ نکلا اور اس شکل کے پاؤں پر جو لوہے اور مٹی کے تھے لگا اور انھیں ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ تب لوہا اور مٹی اور تانبا اور چاندی اور سونا ٹکڑے ٹکڑے کیے گئے اور تابستانی کھلیان کی بھوسی کے مانند ہوئے اور ہوا انھیں اڑا لے گئی یہاں تک کہ ان کا پتہ نہ ملا اور وہ پتھر جس نے اس مورت کو مارا ایک بڑا پہاڑ بن گیا اور تمام زمین کو بھر دیا۔"

"وہ خواب یہ ہے اور اس کی تعبیر بادشاہ کے حضور بیان کرتا ہوں۔ تو اے بادشاہ، بادشاہوں کا بادشاہ ہے اس لیے کہ آسمان کے خدا نے تجھے ایک بادشاہت اور توانائی اور قوت اور شوکت بخشی ہے۔ اور جہاں کہیں بنی آدم سکونت کرتے ہیں اس نے میدان کے چوپائے اور ہوا کے پرندے تیرے قابو میں کر دیے اور تجھے ان سبھوں کا حاکم کیا۔ تو ہی وہ سونے کا سر ہے اور تیرے بعد ایک اور سلطنت برپا ہوگی جو تجھ سے چھوٹی ہوگی۔ اور اس کے بعد ایک اور سلطنت تانبے کی جو تمام زمین پر حکومت کرے گی اور چوتھی سلطنت لوہے کی مانند مضبوط ہوگی اور جس طرح کہ لوہا توڑ ڈالتا ہے اور سب چیزوں پر غالب ہوتا ہے، ہاں لوہے کی طرح سے جو سب چیزوں کو ٹکڑے ٹکڑے کرتا ہے اس طرح وہ ٹکڑے ٹکڑے کرے گی اور کچل ڈالے گی۔ اور جو کہ تو نے دیکھا کہ اس کے پاؤں اور انگلیاں کچھ تو کمہار کی مٹی اور کچھ لوہے

کی تھیں تو اس میں تفرقہ ہوگا، مگر جیسا کہ تو نے دیکھا کہ اس میں لوہا گا۔ رے سے ملا ہوا تھا، سو لوہے کی توانائی اس میں ہوگی۔ اور جیسا کہ پاؤں کی انگلیاں کچھ لوہے کی اور کچھ مٹی کی تھیں سو وہ سلطنت کچھ قوی کچھ ضعیف ہوگی۔ اور جیسا تو نے دیکھا کہ لوہا گارے سے ملا ہوا ہے، وے اپنے کو انسان کی نسل سے ملا دیں گے لیکن جیسے لوہا مٹی سے میل نہیں کھاتا ویسے ہی وے باہم میل نہ کھائیں گے۔ اور ان بادشاہوں کے ایام میں آسمان کا خدا ایک سلطنت برپا کرے گا جو تا ابد نیست نہ ہووے گی اور وہ سلطنت دوسری قوم کے قبضے میں نہ پڑے گی وہ ان سب مملکتوں کو ٹکڑے ٹکڑے اور نیست کرے گی اور وہی تا ابد قائم رہے گی جیسا کہ تو نے دیکھا کہ وہ پتھر بغیر اس کے کہ کوئی ہاتھ سے اس کو پہاڑ سے کاٹ نکالے آپ سے آپ نکلا اور اس نے لوہے اور تانبے اور مٹی اور چاندی اور سونے کو ٹکڑے ٹکڑے کیا۔ خدا تعالیٰ نے بادشاہ کو وہ کچھ دکھایا جو آگے کو ہونے والا ہے اور یہ خواب یقینی ہے اور اس کی تعبیر بھی یقینی (آیت ۳۱ - ۴۵)۔

اس پیشنگوئی کا تعلق ان ممالک سے ہے جو اس وقت کلدانیوں کے زیر اثر تھے۔ اس مملکت میں پہلا انقلاب خود دانیال نبی کے سامنے ہوا جس کا ذکر کتاب دانیال کے پانچویں باب میں ہے۔ یہ مادیوں کی حکومت تھی اور بخت نصر کی سلطنت سے ضعیف تر تھی۔ اس کو چاندی سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اس کے بعد کیانیوں کی حکومت ہوئی جسے پیشنگوئی میں تانبے سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اس کے بعد یونانی آئے جنہوں نے لوہے کی طرح ان تمام ممالک کو کچل ڈالا۔ پھر یہ سلطنت ٹکڑے ٹکڑے ہوگئی اور ساسانیوں کا دور آیا۔ ان کی سلطنت میں کچھ تو لوہے کی سی مضبوطی تھی اور کچھ مٹی کی سی کمزوری ان کے دور میں طبقات اور نسلوں کے امتیازات تھے جن کی بنا پر دانیال نبی نے کہا

کہ "وے اپنے کو انسان کی نسل سے ملائیں گے لیکن جیسا لوہا مٹی سے میل نہیں کھاتا ویسے ہی وے باہم میل نہ کھائیں گے"۔ اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ ان میں حکمران طبقہ (لوہا)، اہل زمین (مٹی) سے ہمیشہ جدا رہے گا، اور ان کے درمیان کوئی میل نہ ہوگا جو انہیں ایک قوم بنا دے۔ آخر میں ایک پتھر ظاہر ہوا جس کو کسی نے کاٹ کر نہ نکالا تھا بلکہ وہ آپ سے آپ نکلا۔ مورت کے پاؤں، یعنی ساسانی سلطنت پر گرا اور سب لوہے اور مٹی اور تانبے اور چاندی اور سونے کو اس نے پاش پاش کر ڈالا۔ پھر یہی پتھر اس تمام مملکت پر چھا گیا اور ساری زمین کو اس نے بھر دیا۔ دانیال نبی اس پتھر کی تعبیر یہ دیتے ہیں کہ وہ ایک سلطنت ہوگی جس کو خدا برپا کرے گا اور وہ تا ابد نیست و نابود نہ ہوگی اور دوسری قوم کے قبضے میں نہ پڑے گی۔ ظاہر ہے کہ اس سے مراد اسلامی سلطنت ہے جو ساڑھے تیرہ سو برس سے ان ممالک پر قابض ہے۔ قوموں پر قومیں آئیں اور اسلامی قومیت میں جذب ہو کر اسی پتھر کا ایک ایک جز بنتی چلی گئیں جو ابتدا میں عرب کی جانب سے آیا تھا۔ اس طرح اس پتھر کی وحدت بدستور قائم رہی اور سینکڑوں انقلابات کے باوجود وہ جوں کا توں رہا۔ بلکہ اور زیادہ پھیلتا چلا گیا۔

بارہویں بشارت

کتاب ملاکی باب سوم کی ابتدا ان الفاظ سے ہوتی ہے :-

"دیکھو میں اپنے رسول کو بھیجوں گا اور وہ میرے آگے میری راہ کو درست کرے گا اور وہ خداوند جس کی تلاش میں تم ہو، ہاں عہد کا رسول جس سے تم خوش ہو وہ اپنی ہیکل میں ناگہاں آوے گا دیکھو وہ یقیناً آوے گا رب الافواج فرماتا ہے"۔

اس پیشنگوئی میں جس کو "عہد کا رسول" کہا گیا ہے اس کے لیے بائیبل کے قدیم نسخوں

میں "ختنہ کا رسول" لکھا ہوا تھا۔ بعد میں ترمیم کی گئی اور "عہد کا رسول" لکھ دیا گیا۔ لیکن اس سے بھی حقیقت نہ بدلی۔ کیونکہ عہد سے مراد وہی ختنہ کا عہد ہے[1] جو ابراہیم علیہ السلام اور ان کی نسل سے لیا گیا تھا۔ کتاب پیدائش باب ۱۷ میں اس کا ذکر ان الفاظ کے ساتھ پایا جاتا ہے:۔

"پھر خدا نے ابرھام سے کہا کہ تو اور تیرے بعد تیری نسل پشت در پشت میرے عہد کو نگاہ رکھیں۔ اور میرا عہد جو میرے اور تمہارے درمیان اور تیرے بعد تیری نسل کے درمیان ہے جسے تم یاد رکھو سو یہ ہے کہ تم میں سے ہر ایک فرزند نرینہ کا ختنہ کیا جاوے؛ اور تم اپنے بدن کی کھلڑی کا ختنہ کیا کرو اور یہ اس کا نشان ہوگا جو میرے اور تمہارے درمیان ہے (آیت ۹ - ۱۱)۔

اس تشریح کو پیش نظر رکھنے سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ مذکورہ بالا پیشینگوئی میں رسول موعود کی امتیازی علامت یہ بتائی گئی ہے کہ وہ ختنہ کی ابراہیمی سنت کو اپنی امت میں جاری کریگا۔ یہ علامت اہل کتاب میں مشہور تھی۔ چنانچہ صحیح بخاری میں مروی ہے کہ قیصر روم (ہرقل) کو جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خبر پہنچی تو اس نے دریافت کیا کہ کیا اس قوم میں ختنہ کا رواج ہے؟ تحقیق سے اس کا جواب اثبات میں ملا۔ تب اسنے اپنے ایک دوست کو جو رومیہ قسطنطنیہ میں تھا اس واقعہ کی خبر دی اور یہ خیال ظاہر کیا کہ وہ نبی جس کا انتظار تھا یہی ہے۔ وہاں سے بھی جواب آیا کہ قیاس درست ہے۔ اس کے بعد قیصر نے اپنے اعیان دولت کو جمع کر کے کہا کہ "اے اہل روم! اگر تم فلاح اور رشد کے طالب ہو اور چاہتے ہو

[1] لفظ عہد کے معنی یہاں دور اور زمانہ کے نہیں ہیں بلکہ میثاق کے ہیں چنانچہ انگریزی ترجمہ میں Messenger of the Covenant ہے اور یہی لفظ Covenant کتاب پیدائش باب ۱۷ میں بھی استعمال کیا گیا ہے۔

کہ تمہاری حکومت برقرار رہے تو اس نبی سے بیعت کرلو" (بخاری۔ باب کیف کان بدء الوحی)۔ اس قصے سے ثابت ہوتا ہے کہ کتاب ملاکی میں رسول عہد سے مراد رسول ختنہ ہی ہے۔ اور اس زمانہ کے اہل کتاب من جملہ دوسری علامات کے اس علامت سے بھی واقف تھے، اور جن لوگوں کو کتاب کا علم تھا، انہوں نے اسلام کی سنتِ اختتان کا حال معلوم کرکے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو پہچان لیا تھا۔

یہاں یہ امر ذہن نشین کر لینا چاہیے کہ ختنہ کی سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امتیازی علامت ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو صرف ان کی نسل کے لیے ختنہ کا حکم دیا گیا تھا۔ چنانچہ بنی اسرائیل اور بنی اسماعیل دونوں میں ختنہ کا رواج محض ایک خاندانی رواج کی حیثیت سے تھا۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سنت کو بلالحاظ نسل و نسب تمام مسلمانوں میں رائج کیا۔ اسی وجہ سے بائیبل میں آپ کو "رسول ختنہ" کے الفاظ سے یاد کیا گیا تھا۔ اور یہی وجہ ہے کہ ہرقل نے جب شاہ غسان کے قاصد کی زبانی آپ کے مبعوث ہونے کی پہلی اطلاع پانے سے پہلے نجوم کے ذریعہ سے آپ کی بعثت کا حال معلوم کیا تو اپنے حاشیہ نشینوں سے کہا "مَلِکُ الختان" (یعنی ختنہ کا بادشاہ) پیدا ہو چکا ہے۔ بخاری میں امام زہری نے ابن الناطور[1] کی جو روایت نقل کی ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ "ملک الختان" کے ظہور کا حال جس روز ہرقل کو نجوم کے طریق سے معلوم ہوا اس روز وہ سخت پریشان اور بدحواس تھا۔ (اصبح خبیث النفس) یہ بات ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ محض ختنہ کے بادشاہ کا ظہور کوئی ایسی بات نہیں ہے جس سے کسی کو پریشانی لاحق ہو۔ دراصل جس چیز سے وہ پریشان ہوا وہ یہ تھی کہ

---

[1] ابن الناطور شام کے نصاریٰ کا اسقف اور بیت المقدس کا حاکم اور ہرقل کا خاص دوست تھا۔ بعد میں مسلمان ہوا اور یہ روایت بیان کی۔

بائبل میں وہ رسول ختنہ کا حال پڑھ چکا تھا اور اسے معلوم تھا کہ اس رسول کے مقابلہ میں کوئی قوت نہ ٹھیر سکے گی اور تمام سلطنتیں زیر وزبر ہو جائینگی۔ چنانچہ جب شاہ غسان کے قاصد سے اس کو بعثت محمدی کی خبر ملی تو سب سے پہلے اس نے یہی دریافت کیا کہ کیا اس قوم میں ختنہ کا رواج ہے، اور جب اس کی تصدیق ہوی تو اپنی قوم کو مسلمان ہو جانے کا مشورہ دیا۔ پھر مزید تحقیق کے لیے حجاز کے ان تاجروں کو اپنے پاس طلب کیا جو ابوسفیان کی امارت میں اس وقت ایلیا (بیت المقدس) گئے ہوئے تھے، اور ان کی زبان سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مزید حالات معلوم کرنے کے بعد صاف کہدیا کہ "اگر یہ بات سچی ہے تو یہ شخص عنقریب اس مقام پر قابض ہو جائے گا جہاں میں اس وقت بیٹھا ہوں۔ مجھے معلوم تھا کہ یہ پیغمبر ظاہر ہونے والا ہے، مگر یہ خبر نہ تھی کہ وہ تم میں سے ہوگا۔ اگر مجھے معلوم ہوتا کہ میں اس تک جا سکتا ہوں تو میں ضرور اس سے ملنے کی کوشش کرتا، اور اگر میں اس کے پاس ہوتا تو اس کے پاؤں دھوتا"۔ خود رومی تاریخیں بھی اس پر گواہ ہیں کہ ہرقل ہمیشہ مسلمانوں کے مقابلہ میں بے دلی سے لڑا۔ اس کی ہمیشہ یہ عادت رہی تھی کہ جنگ میں وہ خود ہی فوجوں کی قیادت کیا کرتا تھا۔ مگر مسلمانوں کے مقابلہ میں ایک مرتبہ بھی وہ نہیں آیا۔ شکستوں پر شکستیں ہوتی رہیں اور وہ منہ چھپائے بیٹھا رہا۔ یہاں تک کہ سنہ ۶۴۱ء میں جب وہ مرا تو بیان کیا جاتا ہے کہ بیم خوف اور پریشانی اور دل شکستگی نے اس کو موت کے منہ میں پہنچایا۔

لہ مولانا رحمۃ اللہ ہندی نے اظہار الحق میں بارہویں بشارت اُس عبارت کو قرار دیا ہے جو یہوداہ کے خط عام کی چودھویں آیت میں حنوک کی زبانی نقل کی گئی ہے۔ مگر ہمارے نزدیک ملاکی نبی کی یہ بشارت اس سے بہت زیادہ واضح تھی اس لیے ہم نے اس کو چھوڑ کر اسے بیان کیا ہے۔

تیرھویں بشارت

یہاں تک جو بشارتیں نقل کی گئی ہیں وہ بائیبل کے عہد عتیق سے منقول تھیں اب ہم عہد جدید کی طرف توجہ کرتے ہیں ۔

انجیل متی باب ۳ کی ابتدا ان آیات سے ہوتی ہے :۔

"ان دنوں میں یوحنا بپتسمہ دینے والا آیا اور یہودیہ کے بیابان میں یہ منادی کرنے لگا کہ توبہ کرو کیونکہ آسمان کی بادشاہت نزدیک آگئی ہے "۔

پھر اسی انجیل کے چوتھے باب میں ہے :۔

"جب یسوع نے سنا کہ یوحنا گرفتار ہوا تو جلیل کو چلا گیا ...... اس وقت سے یسوع نے منادی کرنی اور یہ کہنا شروع کیا کہ توبہ کرو کیونکہ آسمان کی بادشاہت نزدیک آئی ...... اور یسوع تمام جلیل میں پھرتا رہا اور ان کے عبادت خانوں میں تعلیم دیتا اور بادشاہت کی خوشخبری کی منادی کرتا " (آیت ۱۲-۱۷،۲۳)

اس کے بعد متی کے باب ۶ میں مسیح علیہ السلام نے اپنے پیروؤں کو جو دعا سکھائی ہے اس میں منجملہ اور باتوں کے ایک یہ بھی ہے کہ "تیری بادشاہت آئے" (آیت ۱۰)۔

پھر متی کے باب ۱۰ میں یہ ذکر ہے کہ مسیح علیہ السلام نے اپنے بارہ شاگردوں کو "اسرائیل کے گھرانے کی کھوئی ہوئی بھیڑوں" کے پاس جانے کا حکم دیا اور ان کو بہت سی وصیتیں کیں جن میں پہلی وصیت یہ تھی کہ :۔

"اور چلتے ہوئے منادی کرو کہ آسمان کی بادشاہت نزدیک آگئی ہے ۔ (آیت ۷)۔

ایک دوسرے تبلیغی وفد کا ذکر انجیل لوقا کے دسویں باب میں اس طرح کیا گیا ہے :-

" ان باتوں کے بعد خداوند نے ستر آدمی اور مقرر کئے اور جس جس شہر اور جگہ کو خود جانے والا تھا وہاں انھیں دو دو کر کے بھیجا۔ اور ان سے کہا کہ ..... وہاں کے بیماروں کو چنگا کرو اور ان سے کہو کہ خدا کی بادشاہت تمہارے نزدیک آگئی ہے۔ اور جس شہر میں تم داخل ہو اور وہاں کے لوگ تمہیں قبول نہ کریں تو باہر جاکر وہاں کی سڑکوں پر کہو کہ ہم اس گرد کو بھی جو تمہارے شہر سے ہمارے پاؤں میں لگی ہے تمہارے سامنے جھاڑے دیتے ہیں، مگر یہ جان لو کہ آسمان کی بادشاہت تمہارے نزدیک آپہنچی ہے" (آیت ۱۔ ۹۔ ۱۰۔ ۱۱)۔

اس عبارت سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت یحییٰ (یوحنا) حضرت عیسیٰ اور حواریین اور تلامذہ مسیح سب کے سب آسمان کی بادشاہت قریب آجانے ہی کی خبر دے رہے تھے ان میں سے کسی نے بھی یہ نہیں کہا کہ یہ بادشاہت آچکی ہے اور اس وقت موجود ہے پس اس تعلیم اور اس شریعت کو آسمان کی بادشاہت نہیں کہا جاسکتا جسے حضرت عیسیٰ نے پیش کیا، بلکہ حضرت عیسیٰ اس بادشاہت کے قریب آنے کی خبر دینے والے تھے، اور اپنے ۱۲ حواریوں اور ستر شاگردوں کو انہوں نے یہی دعا مانگنے کی ہدایت کی تھی کہ "تیری بادشاہت آئے"۔ نیز لفظ "بادشاہت" اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ وہ سلطنت کی صورت میں ہو نہ کہ مسکنت کی صورت میں۔ اور آسمان کی بادشاہت یا خدا کی بادشاہت کے معنی صاف یہ ہیں کہ سلطنت کا قانون خدا کی ہدایت پر مبنی ہو، اور اس میں اتنی قوت ہو کہ وہ زمین میں شریعت الٰہی کو نافذ کر دے۔ چنانچہ مسیح علیہ السلام نے اپنے پیروؤں کو جو دعا سکھائی تھی اس میں "تیری بادشاہت آئے" کی تفسیر بعد کے فقرے سے اس طرح کی ہے کہ "تیری مرضی جیسی آسمان پر پوری ہوتی ہے زمین

یہ بھی ہو" (متی باب ٦۔ آیت ۱۰) ظاہر ہے کہ یہ بات نہ مسیح علیہ السلام کے عہد میں حاصل ہوئی نہ ان کے حواریوں اور شاگردوں کے عہد میں، لہذا یہ کسی طرح نہیں کہا جاسکتا کہ "آسمان کی بادشاہت" آنے سے مراد خود مسیح علیہ السلام اور ان کے دین کی آمد ہے۔

علماء مسیحیہ اس کی تاویل یہ کرتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ کے دو تین صدی بعد تثلیث مسیحیہ کی جو عام اشاعت ہوئی اور رومی سلطنت کے دین مسیحی قبول کرنے کی وجہ سے اس کو جو غلبہ نصیب ہوا یہ اسی کی طرف اشارہ تھا، اور اسی کی بشارت تھی لیکن تاریخ اس بیان کو جھٹلاتی ہے کیونکہ مسیحی سلطنتوں کا قانون ابتدا سے آج تک کسی زمانہ میں بھی آسمانی شریعت پر مبنی نہیں ہوا۔ سینٹ پال نے پہلے ہی شریعت اور ایمان کا رشتہ کاٹ دیا تھا، اور تمام قوموں کو یہی کہکر مسیحیت کی طرف دعوت دی تھی کہ تمہارے لیے شریعت نہیں، صرف ایمان ہے۔ پس "خدا کی بادشاہت" اس معنی میں کہ "اُس کی مرضی جس طرح آسمان پر پوری ہوتی ہے اسی طرح زمین پر بھی ہو" امت مسیحیہ کے ہاتھوں سے کبھی قائم ہی نہیں ہوئی، پھر ان کی سلطنت کو اس بشارت کا مصداق کیسے قرار دیا جاسکتا ہے۔ علاوہ بریں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے تو غیر قوموں کو دعوت دینے کی اجازت ہی نہ دی تھی، بلکہ بالفاظ صریح اس سے منع کیا تھا پھر جو قومیں ان کی تعلیم کے خلاف تثلیث پر ایمان لائیں، اور جنہوں نے ان کی ہدایت کے خلاف آسمانی شریعت کو چھوڑ کر اپنے خود ساختہ قوانین کو نافذ کیا ان کی بادشاہت کو آسمانی بادشاہت قرار دینا آنجناب کا مقصود کیونکر ہوسکتا تھا۔

یہ تو خارجی قرائن تھے۔ اب خود حضرت عیسیٰ کے دوسرے اقوال پر غور کرو کہ جس آسمانی بادشاہت کی انہوں نے بشارت دی ہے اس سے ان کی مراد کیا تھی۔ متی باب ۱۳ میں وہ فرماتے ہیں:۔

"آسمان کی بادشاہت اُس آدمی کے مانند ہے جس نے اپنے کھیت میں اچھا بیج بویا"

"آسمان کی بادشاہت اس رائی کے دانے کے مانند ہے جسے کسی آدمی نے لے کر اپنے کھیت میں بویا۔"

"آسمان کی بادشاہت اس خمیر کے مانند ہے جسے کسی عورت نے لے کر تین پیمانے آٹے میں ملا دیا اور ہوتے ہوتے سب خمیر ہو گیا۔"

ان فقروں سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اس بادشاہت سے مسیح علیہ السلام کی مراد بیج بونے والا ہے نہ کہ فصل کاٹنے والا، اور رائی کا دانہ ہے نہ کہ اس دانہ سے نکلا ہوا بڑا درخت، اور وہ تھوڑا سا خمیر ہے جو آٹے میں ملایا جاتا ہے نہ کہ وہ بہت سا آٹا جو اس خمیر کے اثر سے خمیر بن جاتا ہے۔ اس تشریح سے یہ بات اچھی طرح سمجھ میں آجاتی ہے کہ مسیح علیہ السلام نے جس آسمانی بادشاہت کی خوشخبری دی تھی وہ دراصل ایک پیغام حق اور قانون عدل تھا جو ان کے بعد آکر ایمان و عمل صالح کا دانہ بونے والا تھا تاکہ اس سے ایک شجر عظیم پیدا ہو اور نوع انسانی کے آٹے میں تھوڑا سا خمیر ملا دینے والا تھا تاکہ بے حد و حساب آٹا خمیر بن جائے۔ ایسا پیغام اور ایسا قانون نہ تو حضرت یحییٰ لائے، نہ حضرت عیسیٰ، نہ ان کے حواری۔ یہ سب تو اس کی آمد کی خبریں دے رہے تھے اور دعائیں مانگ رہے تھے۔

چودھویں بشارت

انجیل متی باب ۱۳ میں ہے:-

"اس نے ایک اور تمثیل ان کے سامنے پیش کر کے کہا کہ آسمان کی بادشاہت اس رائی کے دانے کے مانند ہے جسے کسی آدمی نے لے کر اپنے کھیت میں بو دیا۔ وہ

سب بیجوں سے چھوٹا ہوتا ہے مگر جب بڑھ جاتا ہے تو سب ترکاریوں سے بڑا ہوتا ہے کہ ہوا کے پرندے آکر اس کی ڈالیوں پر بسیرا کرتے ہیں" (۳۱ - ۳۲)۔

یہ تشبیہ ٹھیک ٹھیک شریعت محمدی علی صاحبہا السلام پر راست آتی ہے۔ واقعی وہ ابتدا میں ایک رائی کا دانہ تھا۔ ایک ایسی قوم میں بویا گیا جو نہایت حقیر، بے سروسامان، بے زور و زر، اور خصوصاً یہودیوں کی نگاہ میں ذلیل و خوار تھی۔ مگر چند ہی سال کے اندر اسی رائی کے دانے سے ایک ایسا عظیم الشان درخت پیدا ہوا جو شرق و غرب پر چھا گیا حتیٰ کہ جن لوگوں نے اس شریعت کا اتباع قبول نہ کیا، وہ "ھوا" کے پرندے بھی اس کی کسی نہ کسی شاخ کے سایے میں آ ہی گئے۔

پندرھویں بشارت

انجیل متی کے بیسویں باب کا آغاز ان آیات سے ہوتا ہے:۔

"کیونکہ آسمان کی بادشاہت اس صاحب خانہ کے مانند ہے جو سویرے نکلا تاکہ اپنے انگوری باغ میں مزدور لگا دے۔ اور اس نے مزدوروں کا ایک ایک دینار روزینہ مقرر کرکے انھیں اپنے باغ میں بھیج دیا۔ پھر پہر دن چڑھے کے قریب نکل کر اس نے اوروں کو بازار میں کھڑے دیکھا اور ان سے کہا کہ تم بھی باغ میں چلے جاؤ جو واجب ہے تمہیں دوں گا، پس وہ چلے گئے۔ پھر اس نے دوپہر اور تیسرے پہر کے قریب نکل کر ویسا ہی کیا۔ اور کوئی ایک گھنٹہ دن رہے پھر نکل کر اوروں کو کھڑے پایا اور ان سے کہا تم کیوں یہاں تمام دن بیکار کھڑے رہے؟ انھوں نے اس سے کہا اس لیے کہ ہم کو کسی نے مزدوری پر نہیں لگایا۔

اس نے ان سے کہا تم بھی باغ میں چلے جاؤ۔ جب شام ہوئی تو باغ کے مالک نے اپنے کارندے سے کہا کہ مزدوروں کو بلا اور پچھلوں سے لے کر پہلوں تک انھیں مزدوری دے دے۔ جب وہ آئے جو گھنٹہ بھر دن رہے لگائے گئے تھے تو انھیں ایک ایک دینار ملا۔ جب پہلے مزدور آئے تو انہوں نے یہ سمجھا کہ ہمیں زیادہ ملے گا اور ان کو بھی ایک ہی ایک دینار ملا۔ جب ملا تو گھر کے مالک سے یہ کہکر شکایت کرنے لگے کہ ان پچھلوں نے ایک ہی گھنٹہ کام کیا ہے اور تو نے انہیں ہمارے برابر کر دیا جنہوں نے دن بھر کا بوجھ اٹھایا اور سخت دھوپ سہی۔ اس نے جواب دے کر ان میں سے ایک سے کہا کہ میاں میں تیرے ساتھ بے انصافی نہیں کرتا۔ کیا تیرا مجھ سے ایک دینار نہیں ٹھیرا تھا؟ جو تیرا ہے اٹھا لے اور چلا جا۔ میری مرضی یہ ہے کہ جتنا تجھے دیتا ہوں اس پچھلے کو بھی اتنا ہی دوں کیا مجھے روا نہیں کہ اپنے مال کو جو چاہوں سو کروں؟ یا تو اس لیے کہ میں نیک ہوں بری نظر سے دیکھتا ہے؟ اسی طرح آخر اول ہو جائیں گے اور اول آخر کیونکہ بہت سے بلائے جاتے ہیں اور منتخب تھوڑے ہی ہوتے ہیں" (آیت ۱-۱۶)۔

اس تمثیل میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے امتوں کا حال بیان کیا ہے کہ بار بار دعوت حق ان کے پاس آئی اور ان کو اجر آخرت کے عوض دنیوی زندگی کے عمل صالح میں لگاتی رہی۔ ان میں آخری امت وہ تھی جو دن بھر بیکار کھڑی رہی، اور دن ڈوبنے کے قریب یہ دعوت اس کے پاس پہنچی۔ یہی امت مسلمہ ہے۔ وقت کے اعتبار سے یہ آخری امت ہے۔ مگر اجر کے اعتبار سے یہ سب پر سبقت لے جائے گی۔ اسی بات کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی فرمایا ہے کہ نحن الآخرون السابقون۔[1]

[1] صحیح بخاری میں ابن عمر کی حدیث ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہاری اور اہل کتاب

سولھویں بشارت

انجیل متی باب ۲۱ میں ہے:-

"ایک اور تمثیل سنو۔ ایک گھر کا مالک تھا جس نے انگوری باغ لگایا۔ اور اس کے چاروں طرف احاطہ گھیرا اور اس میں حوض کھودا اور برج بنایا۔ اور اسے باغبانوں کو ٹھیکے پر دیکر پردیس چلا گیا۔ اور جب پھل کا موسم قریب آیا تو اس نے اپنے نوکروں کو باغبانوں کے پاس اپنا پھل لانے کے لیے بھیجا۔ مگر باغبانوں نے اس کے نوکروں کو پکڑ کر کسی کو پیٹا اور کسی کو قتل کیا اور کسی کو سنگسار کیا۔ پھر اس نے اور نوکروں کو بھیجا جو پہلوں سے زیادہ تھے۔ انہوں نے ان کے ساتھ بھی ویسا ہی کیا۔ آخر اس نے اپنے بیٹے کو ان کے پاس یہ کہکر بھیجا کہ وہ میرے بیٹے کا تو لحاظ کریں گے جب باغبانوں نے بیٹے کو دیکھا تو آپس میں کہا کہ یہی وارث ہے۔ آؤ اسے قتل کر کے اس کی میراث پر قبضہ کرلیں۔ اور پکڑ کر باغ

بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۸۔ کے پچھلے دونوں طبقوں کی مثال ایسی ہے جیسے کسی شخص نے کچھ مزدور مقرر کیے اور کہا کہ جو شخص میرے لیے صبح سے دوپہر تک کام کرے گا اس کو ایک ایک قیراط ملے گا چنانچہ یہودیوں نے اس اجرت پر مزدوری کی پھر اس نے کہا کہ جو شخص دوپہر سے عصر کے وقت تک کام کریگا اس کو ایک ایک قیراط ملے گا چنانچہ نصاریٰ نے بھی اس اجرت پر کام کیا۔ پھر اس نے کہا کہ جو شخص میرے لیے عصر سے غروب آفتاب تک کام کرے گا اس کو دو دو قیراط ملیں گے۔ چنانچہ تم وہی مزدور ہو۔ یہود و نصاریٰ اس پر ناراض ہوئے اور انہوں نے کہا کہ یہ کیا بات ہے ہم سے زیادہ دیر تک کام لیا گیا اور مزدوری کم دی گئی۔ مالک نے جواب دیا کیا میں نے تمہارے حق سے کچھ کم دیا ہے؟ انہوں نے کہا کہ نہیں کم تو نہیں دیا۔ مالک نے کہا بس تو یہ میرا فضل ہے جس کو چاہوں دوں

سے باہر نکالا اور قتل کر دیا۔ پس جب باغ کا مالک آئے گا تو ان باغبانوں کے ساتھ کیا کرے گا؟ انہوں نے اس سے کہا کہ ان بُرے آدمیوں کو بُری طرح ہلاک کرے گا اور باغ کا ٹھیکا اور باغبانوں کو دے گا جو موسم پر اس کو پھل دیں۔ یسوع نے ان سے کہا کیا تم نے کتاب مقدس میں کبھی نہیں پڑھا کہ جس پتھر کو معماروں نے رد کیا وہی کونے کے سرے کا پتھر ہو گیا۔ یہ خداوند کی طرف سے ہوا اور ہماری نظر میں عجیب ہے۔ اس لیے میں تم سے کہتا ہوں کہ خدا کی بادشاہت تم سے لے لی جائے گی اور اس قوم کو جو اس کے پھل لائے دے دی جائے گی۔ اور جو اس پتھر پر گرے گا چُور چُور ہو جائے گا۔ مگر جس پر وہ گرے گا اسے پیس ڈالے گا۔ اور جب سردار کاہنوں اور فریسیوں نے اس کی تمثیل سنی تو سمجھ گئے کہ ہمارے حق میں کہتا ہے" (آیت ۳۳ تا ۴۵)

یہ ایسا واضح بیان ہے کہ شاید ہی اس سے زیادہ واضح ہو سکے۔ باغ کے مالک سے مراد اللہ تعالیٰ ہے۔ باغ یہی دنیا ہے۔ باغبان اہل دنیا ہیں۔ مالک کے پردیس جانے سے مراد اس کا نظروں سے پوشیدہ ہونا اور دنیا کے عمل کو اہل دنیا کے اختیار میں دینا ہے۔ اہل دنیا نے ان اختیاری اعمال میں ہمیشہ سرکشی کی اور عمل صالح کے پھل پیش نہ کیے۔ مالک نے بار بار انبیاء علیہم السلام کو مبعوث کیا۔ مگر دنیا والوں نے کسی کو قتل کیا، کسی کو سنگسار کیا، اور کسی کو اذیتیں پہنچائیں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ کو بھیجا۔ عیسائی خود حضرت عیسیٰ کو خدا کا بیٹا کہتے ہیں۔ اس لیے بیٹے کو بھیجنے سے مراد انہی کی بعثت ہو سکتی ہے، اور اس کے سوا کوئی اور مراد نہیں لی جا سکتی۔ باغبانوں نے بیٹے کو قتل کر دیا۔ یہ واقعۂ صلیب کی طرف کھلا اشارہ ہے۔ اور نصاریٰ تسلیم کرتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ ہی صلیب پر چڑھائے گئے تھے۔ اب اس کے بعد انجیل کی عبارت صاف کہہ رہی ہے کہ بیٹے کو قتل کرنے کی پاداش میں تم سے

خدا کی بادشاہت چھین لی جائیگی۔ جس پتھر کو معماروں نے رد کردیا وہی کونے کے سرے کا پتھر ہوگا۔ اور وہ ایسا پتھر ہوگا کہ جو قوت اس سے ٹکرائے گی پاش پاش ہو جائیگی۔ یہ نبوت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور، اور قوم عرب (اپنے رد کیے ہوئے پتھر) کے عروج، اور اسلام کے مادی و روحانی غلبہ کی کھلی ہوئی بشارت ہے۔

مسیحی علماء کہتے ہیں کہ کونے کے پتھر سے مراد حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں مگر یہ متعدد وجوہ سے غلط ہے۔

(۱) تمثیل میں کتاب مقدس کی جس عبارت کا حوالہ دیا گیا ہے وہ زبور ۱۱۸ میں اس طرح لکھی ہوئی ہے:۔

"وہ پتھر جسے معماروں نے رد کیا کونے کا سرا ہوگیا۔ یہ خداوند کی طرف سے ہوا۔ اور یہ ہماری نظروں میں عجیب ہے"۔ (آیت ۲۲-۲۳)۔

اگر اس پتھر سے مراد حضرت عیسیٰ ہوتے تو پھر یہ کہنے کے کیا معنی ہیں کہ "یہ ہماری نظروں میں عجیب ہے"۔ حضرت عیسیٰ تو بنی اسرائیل ہی سے ہیں۔ خود حضرت داؤد کی اولاد سے ہیں مسیحیوں کا اعتقاد یہ ہے کہ حضرت داؤد نے اپنے مزامیر میں ان کی تعریف کے گیت گائے ہیں اور ان کو خداوند کہا ہے۔ پھر اگر وہ کونے کا پتھر ہو جائیں تو اس میں تعجب کی کونسی بات ہے۔ رد کیا ہوا پتھر تو بنی اسمٰعیل ہی سے ہونا چاہیے کیونکہ انہی کو بنی اسرائیل اس قابل نہیں سمجھتے تھے کہ ان میں نبوت اور حکمت ہو، اور انہی کی سرفرازی قابل تعجب ہوسکتی ہے

(۲) اس پتھر کی تعریف میں کہا گیا ہے کہ جو اس پر گرے گا وہ چور چور ہو جائے گا اور جس پر وہ گرے گا اسے پیس ڈالے گا۔ یہ وصف حضرت عیسیٰ پر صادق نہیں آتا۔ وہ تو خود کہتے ہیں کہ میں سزا دینے پر مامور نہیں ہوں (یوحنا ۱۲۔ آیت ۴۷)۔ اور تاریخ سے بھی یہی معلوم

ہوتا ہے کہ مسیحیت کو مسیحیت ہونے کی حیثیت سے کبھی اتنی قوت حاصل نہیں ہوئی کہ جو اس سے ٹکرائے وہ چور چور ہو جائے۔ بخلاف اس کے محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ تعریف ٹھیک ٹھیک صادق آتی ہے اس لئے کہ اول روز سے آپ کا دین ایک غیر معمولی طاقت کے ساتھ اٹھا اور بڑی بڑی قومیں اس سے ٹکرا کر پاش پاش ہو گئیں۔

(۳) حضرت عیسیٰ کے کلام میں خود یہ بات واضح نظر آتی ہے کہ یہ پتھر بیٹے کے ماسوا ہے اور بیٹے کے قتل ہونے کے بعد لگایا جائیگا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ میری مثال انبیاء میں ایسی ہے جیسے ایک شخص نے ایک عمارت بنائی اور نہایت خوبی کے ساتھ اس کو تعمیر کیا مگر ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دی۔ لوگ اس عمارت کے گرد پھرتے تھے اور اس کے حسن کی تعریف کرتے تھے۔ مگر اس خالی جگہ کو دیکھ کر کہتے تھے کہ یہ کیوں چھوٹی ہوئی ہے؟ سو اب وہی جگہ بھر دی گئی ہے اور میں ہی وہ آخری اینٹ ہوں[1]۔ یہ بیان زبور اور انجیل کے مذکورۂ بالا عبارتوں سے کس قدر ٹھیک ٹھیک مطابق ہوتا ہے۔

سترہویں بشارت

یوحنا عارف کے مکاشفہ میں لکھا ہے:۔

"اور وہ جو غالب آئے اور میرے کاموں کو آخر تک قائم رکھے میں اسے قوموں پر اختیار دونگا اور وہ لوہے کے عصا سے ان پر حکومت کرے گا۔ وہ کمہار کے برتنوں کی طرح چکنا چور ہوں گے۔ ایسا ہی میں نے اپنے باپ سے پایا ہے اور میں اسے صبح کا ستارہ دونگا جس کے کان ہوں وہ سنے کہ روح کلیساؤں سے کیا کہتی ہے (باب ۲۔ آیت ۲۶۔ ۲۹)۔

اس عبارت میں لوہے کا عصا دیا جانا، اور کمہار کے برتنوں کی طرح قوموں کو چکنا چور کرنا، اور مسیح کے حقیقی مشن کو تکمیل اور دوام بخشنا، یہ ایسی علامتیں ہیں جو محمدؐ

[1] اس مضمون کی حدیثیں بخاری اور مسلم میں حضرت جابر اور حضرت ابوہریرہ سے مروی ہیں۔

صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کسی اور پر راست نہیں آتیں۔ اور صبح کے ستارے سے غالباً قرآن مجید کی طرف اشارہ ہے، کیوں کہ وہی کتب آسمانی میں آخری کتاب ہے اور اسی کی روشنی طلوع صبح محشر تک قائم رہے گی۔

صاحب صولۃ الضیغم[1] نے اس بشارت کو نقل کرنے کے بعد لکھا ہے کہ جب پادری ویٹ اور ولیم سے میرا مناظرہ ہوا تو میں نے کہا کہ وہ لوہے کا عصا جس کا ذکر یوحنا کے مکاشفہ میں کیا گیا ہے، اس کے مالک محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں۔ یہ سن کر وہ ذرا پریشان ہوئے، پھر انہوں نے کہا کہ مسیح نے تو اس ارشاد میں تھواتیرہ کے کلیسا کو خطاب کیا ہے، لہذا اس شخص کا ظہور وہیں ہونا چاہیے، مگر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تو وہاں کبھی نہیں گئے۔ میں نے پوچھا وہ تھواتیرہ کا کلیسا کہاں تھا؟ انہوں نے اپنی کتابوں کی ورق گردانی کرنے کے بعد جواب دیا کہ وہ بلاد روم میں استانبول کے قریب تھا۔ میں نے کہا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب آپ کی وفات کے چند ہی برس بعد وہاں پہنچ گئے تھے۔ ان میں سے ابو ایوب انصاریؓ کی قبر اب تک وہاں موجود ہے پھر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پیرو آخر کار اس پوری سرزمین پر قابض ہوئے اور صدیوں تک لوہے کے عصا ہی سے اقوام فرنگ کو کمہار کے برتنوں کی طرح چکنا چور کرتے رہے۔

(باقی)

---

[1] یہ کتاب ۱۲۸۰ھ ہجری کے قریب زمانہ میں عباس علی جاجموی نے لکھی تھی۔ اور فاضل موصوف کا مناظرہ پادری ویٹ اور پادری ولیم سے کانپور میں ہوا تھا۔